ڈاکٹر محمد افضال بٹ
انچارج فیکلٹی آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
ڈاکٹر محمد خرم یاسین
لیکچرر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
ڈاکٹر طاہر عباس طیب
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

''حدائقِ بخشش'' از احمد رضا خان بریلوی کا اسلوبیاتی جائزہ

ABSTRACT

Famous Naat writing poet, Molana Ahmad Raza Khan adopted unique stylistics approach in his Naat book "Hadaiq-e-Bakhshish" and proved himself a unique, distinctive and inimitable poet of Naats among his contemporaries. This is why his naat were acclaimed all over the Urdu world and till the time his followership in Naat writing is continued. The large scale stylistic analysis of his poetry shows that not only the tradition of classical period poetry is present there but also some different and very difficult poetic techniques, in large and repeated no. are also part of it. Beside this, his selection of words, revelation of poetic imagination and expression of idea is the clear manifestation of his esthetic sense. This article is an effort to bring into lime light the stylistics of "Hadaiq e Bakhshish".

Key Word: Molana Ahmad Raza, Hadaiq-e-Bakhshish, techniques

مختصر تعارف مولانا احمد رضا خان:

مولانا احمد رضا خان نے عوام و خواص میں اپنی نعوت و سلام کے خصوصی حوالے سے شہرت پائی اور اردو ادب کو ''حدائقِ بخشش'' کی صورت ایسا بیش قیمت تحفہ دیا جو نہ صرف تاحال مقبول ہے بلکہ نعت گوئی میں سند کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ اپنے اچھوتے اسلوب کے سبب وہ نعت گوئی کے میدان میں متقدیمین و متاخرین میں نمایاں نظر آتے ہیں اور نثر میں خطوط نویسی کے حوالے سے بھی منفرد مقام رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان ہمہ جہت

شخصیت کے مالک تھے اور اردو کے علاوہ فارسی، عربی، ہندی اور سنسکرت سے بھی بخوبی واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف انھوں نے نعت گوئی میں مذکورہ زبانوں کو بھی بڑی مہارت سے استعمال کیا بلکہ بعض مقامات پر ان چاروں زبانوں کا یکجا استعمال بھی کیا۔ نعتوں کے حوالے سے ان کی شہرت محض مترنم بحور، شعریت، تغزل اور اچھوتا اسلوب ہی نہیں بلکہ ان میں عشقِ رسول ﷺ کی جولانی، تروتیج اور فراوانی بھی شامل ہے۔ چونکہ عشقِ رسول ﷺ کا پرچار ان کی زندگی کا خاصا تھا اس لیے یہ جوہر ان کی نعوت میں بھی بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ ان کی زندگی کے مندرجات کا تعارف بہت سی کتب میں کیا گیا ہے حیات وخدمات کے حوالے سے آٹھ سو (۸۰۰) کتب تحریر کی جاچکی ہیں جب کہ اسی موضوع پر ایم فل و پی ایچ ڈی کی اکتالیس (۴۱) ڈگریاں بھی دی جاچکی ہیں۔[۱] احوال وآثار اعلیٰ حضرت مجدد اسلام'' میں علامہ نسیم بستوی ان کا تعارف اس طرح سے پیش کرتے ہیں:

> ''شہر بریلی شریف میں ۱۰ شوال المعظم ۱۲۷۲ء بروز شنبہ بوقت ظہر مطابق ۱۴ جون سن ۱۸۶۵ء کو آپ عالمِ ہستی میں جلوہ گر ہوئے۔ پیدائشی اسمِ گرامی ''محمد'' ہے، والدہ ماجدہ شفقت میں ''امن میاں'' اور دیگر اعزہ ''احمد میاں'' کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ جد امجد نے آپ کا نام ''احمد رضا'' رکھا۔''[۲]

جبکہ محمد یوسف صابر نے ان کے خاندانی پس منظر کی عکاسی اپنی کتاب ''چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت'' میں ان الفاظ کی صورت میں کی ہے:

> ''احمد رضا خان پٹھانوں کے بھڑائچ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا اصلی وطن قندھار تھا۔ آپ کے بزرگوں میں سب سے پہلے شجاعت جنگ بہادر سعید اللہ خان نادر شاہ کے ہمراہ قندھار سے ہندوستان آئے اور مخمس ہزاری منصب پر فائز ہوئے۔ لاہور کا شیش محل انھی کی جاگیر تھا۔ انھیں دو گاؤں بھی جاگیر میں ملے جو امام احمد رضا کے عہدِ شباب تک ان کی ملکیت میں تھے۔ بعد میں امام احمد رضا کی انگریزی سامراج سے مخالفت کی پاداش میں وہ جاگیر ضبط ہوگئی۔ ۷ شوال ۱۲۷۲ء ہجری بمطابق جون ۱۸۶۵ء بروز شنبہ ظہر کے وقت بریلی کے محلے جسول میں مولانا علی خان کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا۔۔۔ دادا مولانا رضا علی خان نے اپنے عظیم فرزند کا نام محمد رکھا۔ گھر میں والدہ ماجدہ پیار سے امن میاں اور والدِ ماجد ودیگر اعزہ واقربا احمد میاں کہہ کر پکارتے۔''[۳]

مولانا احمد رضا کی ذات کئی علمی وادبی حوالوں سے معتبر رہی، وہ بیک وقت مفسر بھی تھے، مترجم بھی، محدث بھی، شارح بھی، شاعر بھی اور نثر نگار بھی۔ ان کی شخصیت میں ہمہ جہتی اس قدر درجے کی تھی کہ انھوں نے محمد یوسف صابر کے مطابق دینی مدارس اور علمائے حق کی کمی کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ لٹریچر کی طرف بھی توجہ دی اور

تقریباً پچپن (۵۵) علوم میں ایک ہزار سے زائد کتب تصنیف فرمائیں۔[۴] انھیں جن علوم میں دسترس حاصل کی اور ان کے حوالے سے کتب تحریر فرمائیں ان میں علومِ قرآنِ مجید، حدیث اور اصولِ حدیث، فقہ اور اصولِ فقہ، تفسیر، تقابلِ ادیان، عقائد، ادب فارسی، ادبِ ہندی، ادبِ اردو، ترجمہ نگاری، تنقید، ادبِ عربی، علم الکلام، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، منطق، جدل، تاریخ، نعت، ادبِ عربی، مناظرہ، فلسفہ، تکسیر حساب، ہندسہ، قرات، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاقیات، زیجات، مثلثِ کروی، مثلثِ سطح، مربعات، جعفر، عروض، قوافی، نجوم، اوقاف، فنِ تاریخ واعادہ، اسماالرجال، سیر، جبر و مقابلہ، حساب سینی، مناظر و مرایہ، توقیت، اکر، خطاطی: خطِ نسخ، خطِ نستعلیق، خطِ مستقیم، خطِ شکستہ، وغیرہ کے علوم شامل ہیں۔ انھوں نے محض آٹھ برس کی عمر میں نہ صرف شروح لکھنے کا آغاز کیا بلکہ زندگی کے دوسرے عشرے میں فتویٰ نویسی کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ یوسف صابر ان کے بچپن میں ہی علم وادب کی جانب راغب ہونے کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

> ''آپ نے ۸ سال کی عمر میں زمانہ طالب علمی میں ہدایتہ النحو کی شرح لکھی اور غالباً یہی ان کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ ۱۲ شعبان ۱۲۸۶ء کو ۱۳ سال ایک ماہ پانچ دن کی عمر میں آپ نے باقاعدہ فتاویٰ نویسی کا آغاز کیا۔''[۵]

نعت گوئی کی جس طرز کا آغاز مولانا احمد رضا نے کیا وہ بہت کامیاب دیرپا اور دور رس رہا۔ آج تک نعت گو شعرا ءان کی پیروی میں حضور کی مدح سرائی کر رہے ہیں لیکن کسی کا بھی تحریر کردہ سلام، مقبولیت کے انتہائی درجے پر فائز ''مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کو چھو نہیں سکا۔

حدائقِ بخشش کا جمالیاتی واسلوبی جائزہ

ایک ادیب کی شخصیت چوں کہ بہت سے معاشرتی، معاشی، سیاسی اور مذہبی مسائل سے اثر قبول کرتی ہے اور اس کا ماحول اس کے ایک خاص اندازِ فکر کو پروان چڑھاتا ہے اس لیے اسلوب کا تعلق براہِ راست مصنف کی ذات اور اندازِ تفکر سے ہوتا ہے۔ جب بھی کوئی ادیب قلم اٹھاتا ہے تو اس کی تحریر بہت سے ثقافتی اور تہذیبی عوامل کے گرد گھومتی ہے۔ انھیں کا نام دیتا ہے (Codes and Conventions) جنھیں رولنڈ بارتھیز کوڈز اینڈ کنوینشز (textuality-Inter) اور جولیا کرسٹوا اسی حوالے سے تحریر کی تیاری میں بین المتنیت کو اہم گردانتی ہے۔ ادب میں کوڈز اینڈ کنوینشنز کا تعلق اشارات، تلمیحات، استعارات، مصطلحات، تشبیہات، روزمرہ اور صنائع بدائع اور زبان کے دیگر ادبی مہارتوں سے ہوتا ہے۔ ایک ادیب جس قدر مہارت سے تحریر میں ان کو استعمال کرتا ہے، اس قدر وہ پختہ اسلوب کی ترجمانی کرتا ہے اور اس کا دائرہ اثر بھی بڑھتا ہے۔ ہر ادیب کا اپنا ایک خاص اسلوب

ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ذات اور علمیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اسلوب کے بارے میں انسائیکلوپیڈیا برٹینی کا معلومات مہیا کرتا ہے:

> "Style, involves the selection and organization of the features of language for expressive effects, and includes all uses of sound pattern, words, figure of speech, images and syntactic forms " (۶)

یعنی اسلوب میں زبان کی تمام تر خاصیتیں بشمول اس کے خدوخال، صنائع بدائع، ساخت اور صوتی آہنگ تک سب کچھ شامل ہوتا ہے۔ نور اللغات کے مطابق اسلوب کے معانی ''راہ، طرز، روش، طریقہ، بندھنا لازم، صورت پیدا کرنا، راہ نکالنا'' کے ہیں(۷) فیروز اللغات میں اسے ''راہ، طریقہ، ڈھنگ'' کے معانی میں لیا گیا ہے جبکہ طرز، چلن راستہ بھی اسی زمرے میں دیے گئے ہیں۔(۸) اسلوب کے حوالے سے کشاف تنقیدی اصطلاحات کی یہ تعریف بھی اہمیت رکھتی ہے:

> ''اسلوب سے مراد کسی ادیب یا شاعر کا وہ طریقہ ادائے مطلب یا خیالات و جذبات کے اظہار و بیان کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادیت سے وجود میں آتا ہے اور چوں کہ مصنف کی انفرادیت کی تشکیل میں اس کا علم، کردار، تجربہ، مشاہدہ، افتادِ طبع، فلسفہ حیات اور طرزِ فکر و احساس جیسے عوامل مل جل کر حصہ لیتے ہیں اس لیے اسلوب کو مصنف کی شخصیت کا پرتو اور اس کی ذات کی کلید سمجھا جاتا ہے۔''(۹)

مولانا احمد رضا کی اردو شاعری کی بابت بات کی جائے تو ان کے اسلوب میں جن عناصر کی نمائندگی زیادہ ہے ان میں منظر نگاری، جذئیات نگاری، صنائع شعری، معنویت، سلاست، روانگی، مشکل پسندی، اشارات، تلمیحات، استعارات، مصطلحات اور تشبیہات کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول ﷺ کی فراوانی شامل ہیں۔ وہ اپنے کلام کی انفرادیت کے حوالے سے صاحبِ اسلوب ہیں۔ انھوں نے اپنے دور کے دیگر بیشتر شعرا کی نسبت محض نعت ہی کو اپنے جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ ان کے اسلوب میں عشق رسول ﷺ کا جو نمایاں عنصر ملتا ہے وہ ان کی نبی کریم ﷺ سے والہانہ عقیدت کا پتہ دیتا ہے۔ ان کے ہاں الفاظ جذبات کے تابع نظر آتے ہیں لیکن محسوسات کا بیان مجہول دکھائی نہیں دیتا۔ اکثر جگہوں پر جب وہ تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہیں، قصیدہ خواں ہوتے ہیں یا مناجات و استغاثہ پیش کرتے ہیں تو سراپا عجز و انکسار بن جاتے ہیں جس کا مقصود بھی شانِ نبوت ہی کا بیان ہوتا ہے۔ آپ کا مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے زیارت کی تمنا کرنا اور یہ تمنا برنہ آنے پر بے قراری و از خود رفتگی: کے عالم میں غزل خواں ہونا انھیں متقدمین سے انوکھا اسلوب عطا کرتا ہے۔ استغاثہ کا نمونہ ملاحظہ کیجیے:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں(۱۰)

قلبی کیفیات کی ایسی منقش ترجمانی کم ہی شعرا کے ہاں نظر آتی ہے۔اپنے معاصرین کے مقابل ان کی شاعری میں جذبات کی فراوانی، تڑپ، کسک، عجز وانکسار اور اپنی کم مائیگی کے احساس کے بیان کے باوجود قنوطیت نہیں ہے۔ حدائقِ بخشش کا جائزہ انھیں شاعری کو قنوطی ثابت نہیں کرتا البتہ جب وہ اپنی کم مائیگی اور کمتری کی بات کرتے ہیں تو اشعار میں مناجات واستغاثہ کا رنگ گہرا ہوتا ہے اور اس سے بھی امید ورجائیت چھلکتے ہیں۔ نمونہ ملاحظہ کیجیے:

نہ ہو مایوس آتی ہے صدا گورِ غریباں سے
نبی امت کا حامی ہے خدا بندوں کا والی ہے(۱۱)

خوف نہ رکھ رضا ذرا، تو تو ہے عبدِ مصطفےٰ ﷺ
تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے(۱۲)

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا
شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا(۱۳)

ڈاکٹر رشید امجد نے اپنے ایک مضمون میں اسلوب کے بارے میں تحریر کیا تھا کہ در حقیقت اسلوب انکشاف واظہارِ ذات ہے، گویا اسلوب شخصیت کا اظہار ہے۔ تنقید میں اسلوب سے مراد لکھنے کا وہ رویہ یا انداز ہے جس سے لکھنے والے کی شخصیت کے ساتھ اس کے عصر کا مزاج بھی واضح ہو۔ گویا اسلوب شخصیت اور روحِ عصر کے ساتھ خیال کے اظہار کا وسیلہ بھی ہے۔(۱۴) یوں اس بیان کے دوسرے حصے پر غور کیا جائے تو قصیدے کا جو مزاج مولانا احمد رضا کے عہد میں رائج تھا، انھوں نے اس سے بھی رو گردانی کی اور نعوت وقصائد کو مدغم کرتے ہوئے نعتیہ قصائد تخلیق کیے جن میں حسنِ طلب تو ہے مگر یہ طلب دنیاوی نہیں اور نہ ہی کسی لالچ کے تحت ہے۔اسی سے ان کے معاصرین شعرا کے مزاج کا بھی پتہ چلتا ہے جن میں سے بیشتر: نوابین کے وظیفہ خوار رہے لیکن وہ اس روش کے خلاف چلے بلکہ نواب نانپارہ کے سفارشی کلام کے جواب میں مقابل تحریر کیا:

کروں مدح اہلِ دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں (۱۵)

مولانا احمد رضا کی شاعری میں الفاظ کا چناو، ان کی بُنت اور بر محل استعمال کئی شعری خوبیاں لیے ہوئے ہے۔ان کے ہاں اردو کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی اور ہندی الفاظ کی ایک بڑی کھیپ موجود ہے۔ عطش درانی کہتے ہیں کہ الفاظ

کی سطح پر اسلوب دراصل انتخاب کا نام ہے۔ تلازمِ معانی ہو یا صوتی آہنگ، ہر مقام پر انتخابِ الفاظ ہی فنکار کا ساتھ دیتا ہے۔ مولانا احمد رضا کے ہاں اردو، عربی، فارسی اور سنسکرت کے الفاظ کی کثرت موجود ہے۔ وہ نعت لکھتے وقت ایک ہی وقت میں مختلف زبانوں کے الفاظ استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ ان کے کلام میں جوت، چک چھالا، بپت، جنگلا، ڈائن، پی، سہاگن، کنورہ، رت، گھاٹ، ٹکسال، سنسان، پاٹ، بپتا، چھالا، موا، دھوون، ماتھا، سہاگ، بھبھوکا، گھپا، پھانس، گتھی، ماتا، پل، جگنو، بدرا، چینٹ اور گانٹھ ایسے ہندی الفاظ بھی موجود ہیں اور سنسکرت کے الفاظ کا بھی بڑا ماہرانہ استعمال موجود ہے جن میں بل، چندن، چندر، سخا، کنڈل، پاکھ، پون، سبھ گھڑی، جل تھل وغیرہ شامل ہیں۔ کلام میں: عربی، فارسی، سنسکرت اور اردو حروف کا نمونہ ملاحظہ کیجیے:

لکـ بدر فِی الوجہِ الاجل خط ہالہ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پروکنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا[۱۶]

کلام میں اردو اور ہندی الفاظ کے ساتھ ساتھ تلمیح کا خوبصورت استعمال ملاحظہ کیجیے:

جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی ﷺ[۱۷]

مولانا احمد رضا کے کلام میں علمی مصطلحات کا استعمال بھی بکثرت موجود ہے۔ جس قدر علمی مصطلحات انھوں نے نعوت میں استعمال کیں ان کے متقدمین اور متاخرین میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ڈاکٹر محمد حسین مشاہد نے ان کے اسلوب کے حوالے سے علمی مصطلحات کا پرزور ذکر ان کے حوالے سے کتابی صورت میں کیا ہے۔ کئی مقامات پر ان مصطلحات سے جڑے اشعار کے مفاہیم تک پہنچنے کے لیے محض شاعری ہی نہیں بلکہ دیگر علوم سے وابستگی بھی ضروری ہے کیوں کہ ان علوم سے لاتعلقی نہ صرف بین السطور تک رسائی نہیں دیتی بلکہ بہت سے شبہات کو بھی جنم دیتی ہے۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''نعت گوئی میں عقیدے و عقیدت کی نور افزا پرچھائیوں کے ساتھ آپ کے کلام میں جہانِ فکر و فن، جذبہ و تخیل اور متنوع شعری و فنی رچاؤ کے دل نشین تصورات ابھرتے وہیں آپ کے نعتیہ نغمات میں اکثر اشعار مصطلحاتِ علمیہ اور تلمیحاتِ دینیہ سے ایسے مالا مال ہیں کہ ان کو سمجھنے کے لیے عالمانہ فہم و فراست کی ضرورت ہے۔''[۱۸]

اپنے بیان کی تائید میں وہ مولانا احمد رضا کا یہ شعر پیش کرتے ہیں:

مہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے
ڈالے اِک بوند شب دے میں جو بارانِ عرب[۱۹]

اس ایک شعر کو سمجھنے کے لیے علمِ ہیت، علمِ نجوم اور علمِ موسمیات کا سمجھنا ضروری ہے ورنہ بین السطور تک رسائی ممکن نہیں۔ شعر میں مہر یعنی سورج، میزان، بارہ آسمانی برجوں میں سے ایک حمل (دنبے کی شکل کا آسمانی برج)، شبِ دے یعنی اکتوبر کے مہینے کی رات وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عربِ مقدس کی بارش اکتوبر کے مہینے کی رات میں اگر ایک قطرہ ہی گرادے تو سورج اگر برجِ میزان میں چھپا ہو تو وہ وہاں سے نکل کر برجِ حمل میں آکر چمکنا شروع ہو جائے گا اور خشک سالی کا نام و نشان مٹ جائے گا جس کی وجہ عرب کے چاند (نبی کریم ﷺ) سے نسبت ہو گی۔ ان کے بیسیوں اشعار اسی طرز کے ہیں کہ جن پر تحقیق کے لیے علمی مصطلحات سے آگاہی نہایت ضروری ہے۔ یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا[۲۰]

اس شعر میں علمِ فلکیات کو سہارا بناتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں مدح سرائی کی گئی ہے جس میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پیدائش (۱۲ ربیع الاول) کی خوشی میں ہر بارہ تاریخ کو چاند جھک جھک کر سلامی پیش کرتا ہے۔ یہ چاند تک ہی محدود نہیں بلکہ بارہ برجوں (اسد، ثور، سنبلہ، شرف، عقرب، میزان، جوزہ، حمل، حوت، اسد، جوزہ، جدی) کا ہر ہر چاند آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام پیش کرنا سعادت سمجھتا ہے۔ یوں انھوں نے اپنی علمی مشاہدے کو نعت کی صنف میں بخوبی نبھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کے کلام میں علمِ فلسفہ، نجوم اور ہیت، مابعد الطبیعات و علمِ ہندسہ، علمِ منطق، علم معانی و نحو، علومِ موسمیات، ارضیات و معدنیات کی بیسویوں مصطلحات موجود ملتی ہیں۔

نعت گوئی میں چاروں زبانوں (عربی، فارسی، اردو اور ہندی) کے بیک وقت استعمال کے حوالے سے مولانا احمد رضا بالکل منفرد اور امتیازی مقام پر متمکن نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر محمود حسین ان کی نعت ''لم یاتِ نظیرک فی نظر مثلِ تو نہ شد پیدا جانا'' کو خصوصی حوالہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ متفرق زبانوں کا ایک ہی وقت میں استعمال ان کے کلام میں لاجواب دکھائی دیتا ہے اور اس فن میں اصحابِ شعر و سخن سے اپنا لوہا منوایا۔ صنائع بدائع کا استعمال جس خوبصورتی سے انھوں نے نعوت میں کیا اس کا تقابل ان کے کسی بھی ہم عصر شاعر سے کیا جاسکتا ہے۔ بالخصوص مذکورہ نعت سارے اردو ادب کے لیے چار مختلف زبانوں کے الفاظ کے بیک وقت و بہترین استعمال کے

حوالے سے ایک نمونہ ہے۔ ان کی یہ نعت بھرپور غنایت کے ساتھ اربابِ ذوق بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ مزے لے لے کر پڑھتے اور گنگناتے ہیں جس کا مطلع ہے:

لم یاتِ نظیر کَ فی نظرمثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج توراج تورے سر سوہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا[۱۲]

اسی نعت کے مزید اشعار ملاحظہ کیجیے:

اَلبحرُ عَلاَوالموَجُ طغےٰ من بیکس و طوفاں ہوشربا
منجدہار میں ہوں بگڑی ہے ہواموری نیا پار لگا جانا
یَا شَمسُ نَظَرتِ اِلیٰ لیَلِی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا[۲۲]

سنسکرت اور ہندی زبان کے بہت سارے الفاظ، محاورے اور کہاوتوں کو انھوں نے بڑی مشاقی سے اپنے اشعار میں یوں استعمال کیا ہے کہ نہ صرف شعر کی روانی، بحر، تسلسل، عنوان، فصاحت وغیرہ پر ان الفاظ کے بزبانِ دیگر ہونے کے باوجود کوئی اثر نہیں پڑا اور نہ ہی شعر کے حسن میں کوئی نقص پیدا ہوا ہے بلکہ اس سے شعر کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ان کے نعتیہ کلام کا لب ولہجہ اسلامی رنگوں میں بھی ڈوبا ملتا ہے اور اس میں عشق و محبت کی فضا بھی نظر آتی ہے چوں کہ ان کے کلام میں جام و مینا، ساغر، مے، زلفِ خمِ جاناں، حسن و عشق کے قصے، تنہائی کی کارستانیاں، محبوب کے لب ور خسار کی باتیں اور کے شاعرانہ تخیلات کی بے راہ روی دکھائی نہیں دیتی اس لیے ان کا کلام سوز و گداز، فصاحت و بلاغت، جذب و کشش کے عناصر کے ساتھ ساتھ شرعی اصول وضوابط کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے۔ ڈاکٹر حامد علی خان اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''آپ کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی نعت گوئی آدابِ عشق و محبت کی آئینہ دار ہے، حضور نبی ہاشم ﷺ سے آپ کی محبت نہ صرف ہر چیز سے بلند و برتر تھی بلکہ والہانہ عقیدت اور حقیقی جاں نثاری تھی۔''[۲۳]

مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری میں موضوعاتی تنوع بھی پایا جاتا ہے۔ ان کے نعتوں میں تغزل اور غزلیہ اشعار کے حوالے سے ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد انتخاب شائع کر چکے ہیں۔ نعت میں استغاثہ پیش کرتے وقت ملکی حالات کا بیان نعوت میں رائج رہا ہے۔ مسدس حالی کا ابتدائیہ ''اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے'' بھی استغاثہ ہی کا نمونہ ہے اس حوالے سے ان کی شاعری میں محض موضوعاتی تنوع ہی نہیں بلکہ عصر یہم سیاسی اور سماجی

مسائل بھی: موجود ہیں۔ مثلاً برصغیر پر انگریز کا تسلط اور اس حوالے سے مسلمانوں کی بیداری کی کوشش کا نمونہ ملاحظہ کیجیے اس میں ایک تنبیہہ بھی موجود ہے:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے(۲۴)

ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی
سر پر کہاں سویا مسافر ہائے کتنا لا ابالی ہے(۲۵)

گو کہ مولانا احمد رضا نے نعت نگاری میں قدرے مشکل پسندی سے کام لیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ اپنے ترنم اور غنائیت کے سبب مشہور اور زبان زدِ عام ہوئی۔ ان کی نعت گوئی کا جمالیاتی جائزہ لیا جائے تو یہ باآسانی کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے کلام متنوع جمالیاتی رنگوں سے سجایا، سنوارا اور منظر نگاری کے لے جو لفاظی کی وہ بھی متاخرین کے لیے مثال بن کر رہ گئی۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے نعت کے الفاظ کے انتخاب کے لیے انھوں نے الفاظ کے مترادفات کی طویل فہرست تیار کر کے ایسے الفاظ کا انتخاب اور اطلاق کیا ہو جو پہلے لفظ سے زیادہ معنوی خوبصورتی رکھتا ہو۔ مختلف نعتوں کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

سرتا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول(۲۶)

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل کے ٹکے تھے
یہ جوششِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
صفائے راہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے(۲۷)

ڈالیاں جھومتی ہیں رقصِ خوشی جوش پہ ہے
بلبلیں جھولتی ہیں گاتی ہیں سہرا تیرا (۲۸)

عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں(۲۹)

شاعر کے کلام میں منظر نگاری بھی جمالیاتی مطالعے ہی ایک حصہ ہے۔ گو کہ لغات نے جمالیات کے مختلف معانی پیش کیے ہیں لیکن ان سب کا تعلق ادب پارے کے حسن و قباح ہی سے رہا ہے۔اس حوالے سے جمالیات کے مشاق نقاد اور اس پر اٹھارہ (۱۸) کتب تخلیق کرنے والے شکیل الرحمن، انور سن رائے اور ارشد محمود سبھی کی رائے مذکورہ ہی ہے۔ مولانا احمد رضا جمالیاتی حوالے سے نہ صرف اپنی شاعری میں منظر نگاری کو اوج تخیل بخشتے ہیں بلکہ ان کے الفاظ کا انتخاب بھی ایسا ہوتا ہے جو مناظر میں رنگ بھرتا چلا جائے۔ان کی شاعری جن خوبصورت الفاظ کا استعمال بار بار ملتا ہے ان میں گل، گلستان، باغ، گلزار، گلشن، بلبل، پھول، عندلیب، بہار، خوشبو، گلاب، سبزہ، بحر، عارض، ماہ، عرش، جنت، محبوب، بوند، رحمت، آنکھ، شمس، قمر، شمع، پروانہ، قمری، حسن، فصل، سرو، ٹھنڈ، ٹھنڈک، خنکی، آب، قدرت، حسن اور جلوہ وغیرہ شامل ہیں جبکہ زلف، رخ، شب، بارش، قطرہ، آفتاب، فردوس، رات، ملک، فلک، بادل، سرو سمن، دولہا، جنگل، پیڑ، قندیل، چراغ، خورشید، غنچہ جیسے دیگر کئی الفاظ بھی مستعمل ملتے ہیں۔ اگر تعداد کے حوالے سے رنگ و نور کے اظہار کے ان الفاظ کو دہرانے کی بات کی جائے تو حدائقِ بخشش کے ۵۱۷ صفحات پر موجود پہلی تراسی (۸۳) نعتوں، مناقب اور رباعیات میں درج ذیل الفاظ کی تعداد اس طرح سامنے آتی ہے: آنکھ (۳۴ بار)، بوند (۰۷ بار)، بلبل (۲۳ بار)، بہار (۳۱ بار)، باغ (۲۳ بار)، بحر (۰۹ بار)، جلوہ (۳۸ بار)، جگنو (۱ بار)، حسن (۲۱ بار)، چاند (۱۹)، خوشبو (۳ بار)، خوش (۷)، دِل (۱۲۵ بار)، سحر (۸ بار) رحمت (۴۸ بار)، زندگی (۲ بار)، سبزہ (۳ بار)، شمع (۱۱ بار)، شمس (۷ بار)، صبح (۱۶)، عندلیب (۵ بار)، عارض (۲ ۲ بار) ، عرش (۳۵ بار) ، فصل (۶ بار) ، قمر (۱۳ بار)، قمری (۲ بار)، قدرت (۹ بار)، گلستان (۶ بار) ، گلزار (۹ بار)، گلشن (۷ بار، گلاب (۳ بار)، گل (۳۲ بار)، پھول (۴۱ بار)، ٹھنڈ اور ٹھنڈک (۶ بار)، ماہ (۱۱ بار) ، محبوب (۶ بار)، سرو (۶ بار) اور چمن (۱۸ بار)۔

ممتاز شیریں کے مطابق شعری مادے کو مٹی اور اس میں خوبصورت الفاظ کے استعمال کو رنگوں کا ملاپ قرار دے کر اسلوب کا نام دیا ہے۔ جس طرح ایک مشاق کوزہ گر مٹی کو گوندھتا ہے، توڑتا، موڑتا، دباتا، کھینچتا، گول، چکور، لمبا اور گہرا کرتا ہے اسی طرح ایک ادیب بھی اپنے الفاظ کو مختلف روپ دے کر اسے خوبصورت بناتا ہے اور مختلف معنیاتی جامے پہناتا ہے۔ کلامِ احمد رضا میں مصطلحات کی طرح تلمیحات کا بکثرت استعمال بھی ان کی شعری تکنیک کا اہم حصہ ہے۔اسی حوالے سے حدائقِ بخشش کے پہلے ۱۵۷ صفحات پر موجود تراسی (۸۳) نعوت، مناقب اور رباعیات میں موجود مخصوص تلمیحات تعداد کے اعتبار سے اس طرح سامنے آتی ہیں: آل (۵ بار)، اللہ (۱۷ بار)، الٰہی (۲۹ بار)، حشر و محشر (۵۳ بار)، خدا (۶۶ بار)، خلد (۱۱ بار)، جہنم (۳ بار)، جبریل (۳ بار)، جنت (۹ بار) ، دوزخ (۳ بار)، رحمت (۴۸ بار)، رسول (۲۸ بار)، شفیع (۶ بار)، شفاعت (۲۳)، طیبہ (۳۵ بار) ، عرش (۴۳ بار)، عفو (۱۰)، کریم (۱۲ بار)، کرم (۲۹ بار)، کوثر (۱۰ بار)، قدرت (۹ بار)، گنہ (۱۱ بار)، گناہ (۴ بار)،

مالک،) (۴ بار)، موت(۵)، مدینہ (۲۵ بار)، محمد(۲۷ بار)، نبی(۳۹بار ولی (۸ بار)،یوسف (۲ بار)۔ مذکورہ تلمیحات کے علاوہ بھی دیگر بہت سی تلمیحات جیسے ملائکہ، مکہ، والضحیٰ، حجرات، الم نشرح، مسیحا، شفا، آبِ حیات، رسالت، نور، انوار، روح الامیں، حضور وغیرہ بھی اس مجموعہ نعت میں جابجا رنگ جماتی نظر آتی ہیں۔ تلمیحات کے شعر میں استعمال کا: نمونہ ملاحظہ کیجیے:

سیہ لباسانِ دار دنیا و سبز پوشانِ عرش اعلٰے
ہر اک ہے ان کے کرم کا پیاسا یہ فیض ان کی جناب میں ہے(۳۰)

کلامِ احمد رضا میں تلمیحات کے بکثرت استعمال کی ایک وجہ ان کا عربی زبان وادب سے دلچسپی رکھنا ہے۔ڈاکٹر محمود حسین کے مطابق عربی زبان میں مختلف موضوعات پر ۲۹۱ کتابیں سپردِ قلم کیں(۳۱)۔اسی مشاقی کے سبب انھوں نے اپنی رباعیات میں بھی بڑی خوبی سے رباعی کے مخصوص اوزان نبھاتے ہوئے عربی اور تلمیحات کا استعمال کیا ہے۔دو رباعیات ملاحظہ کیجیے:

آتے رہے انبیاء کَمَا قِیلَ لَھُم — وَالخَاتَمُ حَقُّکُم کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفترِ تنزیل تمام — آخر میں ہوئی مہر کہ اَکمَلتُ لَکُم

دوسری رباعی کا چوتھا مصرعہ ملاحظہ کیجیے:

وَالفَجر کے پہلو میں لَیَالِ عَشَرٍ (۳۲)

مولانا احمد رضا کی علمِ قوافی پر مضبوط گرفت نے بھی اردو ادب میں بہت سے ایسے محیر العقول کارنامے سرانجام دیے ہیں جو متاخرین کے لیے ایک معمہ اور للکار بن کر رہ گئے۔عبدالستار ہمدانی اس حوالے سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آج تک اردو ادب کا کوئی بھی شاعر حسنِ مطلع کے محض دس (۱۰) اشعار تک بھی نہ پہنچ سکا جبکہ مولانا احمد رضا کا اعزاز یہ ہے کہ انھوں نے قصیدہ نور (صبح طیبہ میں ہوئی) کے "صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا" سے باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا، مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا تک" مسلسل چھیالیس اشعار حسنِ مطلع کے کہے ۔قصیدہ نور ان کی قوافی پر گرفت کی عمدہ ترین مثال ہے جس میں وہ بانوے (۹۲) مختلف قافیوں کے لیے چھیاسی (۸۶) الفاظ لائے۔علمِ قوافی کے حوالے سے انھوں نے کئی نعتوں کے اشعار کے تمام ارکان کو قوافی کا حسن عطا کیا جو خود علمِ قوافی کے حوالے سے ایک کارنامہ: ہے۔نمونے کے طور پر "قصیدہ نور" کے دو اشعار ملاحظہ کیجیے:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا(۳۳)

ان کی قادر الکلامی کی ایک مثال صنعتِ اقتباس ہے کہ اس کا استعمال کلاسیک شعرا سے موخرین شعرا تک بہت ہی کم ملتی ہے۔ صنعتِ اقتباس میں شعر میں کوئی اور معتبر حوالہ لایا جاتا ہے جو بیشتر آسمانی کتابوں یا احادیث وغیرہ سے ہوتا ہے۔ ان کے ہاں ایسے اشعار کثرت سے ملتے ہیں جن میں اقتباسات موجود ہوں۔ حدائقِ بخشش میں عبدالستار ہمدانی کی تحقیق کے مطابق حدائقِ بخشش میں ایسے اناسی (۷۹) اشعار موجود ہیں جو صنعتِ اقتباس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مولانا کے سوا اردو ادب کا کوئی ایک بھی شاعر اس کثرت سے صنعتِ اقتباس کا استعمال نہیں کر سکا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

بے ابرِ کرم کے میرے دھبّے
لَا تَغْسِلُہَا الْبِحَار آقا

اتنی رحمت رضا پہ کرلو
لَا یَقْرُبُہُ الْبَوَار آقا(۳۴)

کسی بھی شعر کے دونوں مصرعوں کے تمام الفاظ ہم قافیہ لانا صنعتِ ترصیع کہلاتا ہے۔ یہ صنعت چونکہ مشکل ہے اور بہت زیادہ محنت و عرق ریزی کی طلب گار ہے اس لیے اس کا استعمال اردو شعرا کے ہاں بہت کم ملتا ہے۔ مولانا صاحب کے ہاں دیگر صنائع شعری کی طرح صنعتِ ترصیع کا استعمال بھی بہت خوبی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس صنعت میں سارے مصرعوں کے تمام الفاظ ہم: قافیہ ہوتے ہیں۔ حدائقِ بخشش سے اس صنعت کا نمونہ ملاحظہ کیجیے:

تمہاری چمک ،تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک
زمین و فلک، سماک و سمک، ہیں سکہ نشاں تمہارے لیے
کلیم و نجی، مسیح و صفی، قلیل و رضی، رسول و نبی
عتیق و وصی، غنی و علی، ثنا کی زباں تمہارے لیے(۳۵)

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و الا ہمار ا نبی(۳۶)

اس کے علاوہ ان کے کلام میں صنعتِ تجنیس ایسی صناع شعری کا ماہرانہ استعمال ملتا ہے۔اس صنعت میں شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے جو حروف اور اعراب میں مساوی ہوں لیکن معنی میں الگ یا مختلف۔ حدائقِ بخشش کے صرف اردو کلام میں ۱۷۰ اشعار تجنیس کامل کے الگ کیے گئے ہیں جب کہ تجنیس کی باقی اقسام جیسے تام اور ناقص وغیرہ کے اشعار ابھی تحقیق طلب ہیں۔ عبدالستار ہمدانی لکھتے ہیں کہ :

''حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان حدائقِ بخشش کے صرف اردو کلام میں سے راقم الحروف نے ۱۷۰ اشعار صنعتِ تجنیس کامل کے الگ چھانٹ کر ان میں سے ایک سو تیس اشعار کی تشریح کر دی ہے۔''(۳۷)

مولانا احمد رضا نے جن دیگر صناعِ شعری کا زیادہ استعمال کیا ان میں حسنِ تعلیل اور تشبیہ ،استعارہ، صنعت عزل الشفتین (اس میں شعر پڑھنے والے کے دونوں ہونٹ جدا رہتے ہیں)، صنعتِ ایہام، صنعتِ اشتقاق (اس میں ایک بات کر کے اس پر زور دیا جاتا ہے اور بڑھایا جاتا ہے، صنعتِ اتصال تربیعی، صنعتِ مقلوبِ کل، صنعتِ حسنِ طلب، صنعتِ ایہام، صنعت سیاق الاعداد، صنعتِ مستزاد، صنعتِ لف و نشر، صنعتِ تضمین، صنعتِ تشبیب :وغیرہ کا بکثرت استعمال موجود ہے۔ صنعتِ اشتقاق کا نمونہ ملاحظہ کیجیے :

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا(۳۸)

اسی ضمن میں ایک اور مشکل صنعت ''سیاق الاعداد'' کا نمونہ ملاحظہ کیجیے جس میں اشیاء کی تعداد کا ذکر کیا جاتا ہے:

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہان
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں(۳۹)

صنعتِ تشبیب کا استعمال ملاحظہ کیجیے جس میں قصیدے کو عشقیہ یا رومانوی مضامین کے ساتھ شروع کیا جاتا ہے:

چمنِ طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکنِ ناز پہ وارے گیسو(۴۰)

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جانِ مراد اب کدھر ہائے تیرا مکان ہے (۴۱)

ان کے کلام میں صنعتوں کے علاوہ محاورات اور کہاوتوں کا استعمال بھی بہت خوبی اور مشاقی سے کیا گیا ہے جن کی تعداد مولانا فضل کریم کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے۔اس سے مولانا احمد رضا کی قادر الکلامی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔یوں کہا جا سکتا ہے کہ مولانا احمد رضا نعت نگاری میں اپنے مخصوص لب و لہجے اور اسلوبِ بیاں کی وجہ سے ایک منفرد اور ممتاز مقام کے حامل ٹھہرتے ہیں وہیں۔اسی لیے انھیں مولانا مودودی، سید سلیمان ندوی، فرمان فتح پوری و دیگر بڑی اہم ادبی شخصیات کی جانب سے خراجِ تحسین بھی پیش کیا گیا ہے۔ مولانا فضل کریم اپنے ایک مضمون میں ان کے اسلوب کے حوالے سے یوں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

> ''مضمون آفرینی اور خیال آفرینی کا جو نت نئے اور جدت و ندرت سے مملو اظہار یہ آپ کے کلام میں ملتا ہے وہ باوجود تلاش و تفحص دیگر شعراء کے ہاں کم نظر آتا ہے۔''(۴۲)

حوالہ جات

۱۔ شبنم خان، احمد رضا بریلوی کی شہرت کے اسباب، مشمولہ سہ ماہی افکارِ رضا(سہ ماہی)، ممبئی، جلد: ۱۳، شمارہ: ۴، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۷، ص: ۳۵۰

۲۔ نسیم بستوی، علامہ، احوال و آثار اعلیٰ حضرت مجدد اسلام، رضا اکیڈمی، لاہور، ۱۹۰۶، ص: ۳۷

۳۔ محمد یوسف صابر، مرتب، چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت، ناشر محمد ارشاد اختر، فیصل آباد، ۱۹۸۳ء، ص: ۱۰

۴۔ ایضاً، ص: ۲۳

۵۔ ایضاً، ص: ۴۱

6- Encyclopedia Britinica, Published: U.S.A, 1973, P 332

۷۔ مولوی نور حسن نیر، نور اللغات (جلد اول)، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۸۹، ص: ۳۱۱

۸۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، ص: ۹۴

۹۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، مرتب، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص: ۱۳

۱۰۔ احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۱۲ء، ص: ۹۹

۱۱۔ ایضاً، ص: ۱۸۲

۱۲۔ ایضاً، ص: ۱۷۹

۱۳۔ ایضاً، ص: ۴۰

۱۴۔ عطش درانی، ڈاکٹر، اسلوب اور اسلوبیاتی انتخاب، مشمولہ، صحیفہ (جنوری۔مارچ ۱۹۹۸)، لاہور، ص ۲۵

۱۵۔ احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۱۰۲، ص: ۱۰۹

۱۶۔ ایضاً، ص: ۳۴

۱۷۔ ایضاً، ص: ۱۳۸

۱۸۔ محمد حسین مشاہد، ڈاکٹر، کلامِ رضا میں علمی مصطلحات کی ضیا باریاں، ادارہ دوستی، مالیگاوں، بھارت، ۲۱۰۲ء، ص: ۳

۱۹۔ احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۱۰۲، ص: ۵۷

۲۰۔ ایضاً، ص: ۲۴۲

۲۱۔ ایضاً، ص ۴۳

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ معارف رضا (ماہنامہ)، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی، ۱۹۸۹، ص: ۲۱۲

۲۴۔ احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۱۰۲ئ، ص: ۱۸۵

۲۵۔ ایضاً، ص: ۱۸۲

۲۶۔ ایضاً، ص: ۷۸

۲۷۔ ایضاً، ص: ۲۳۰

۲۸۔ ایضاً، ص: ۲۵

۲۹۔ ایضاً، ص: ۸۶

۳۰۔ ایضاً، ص: ۱۸۰

۳۱۔ محمود حسین، ڈاکٹر، مولانا احمد رضا خان کی عربی زبان و ادب میں خدمات" (مقالہ)، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی، ۲۰۰۶، ص: ۱۹۲

۳۲۔ احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۱۲، ص: ۲۳۸

۳۳۔ ایضاً، ص: ۳۴۸

۳۴۔ ایضاً، ص: ۳۶

۳۵۔ ایضاً، ص ۳۴۸

۳۶۔ عبدالستار ہمدانی، مولانا، فن شاعری اور حسان الہند، ادارہ تحقیقاتِ احمد رضا، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص: ۱۶۳

۳۷۔ احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۱۲، ایضاً، ص: ۱۴۸

۳۸۔ ایضاً، ص: ۸۲

۳۹۔ ایضاً، ص: ۹۹

۴۰۔ ایضاً، ص: ۱۱۹

۴۱۔ ایضاً، ص: ۱۸۷

۴۲۔ فضل کریم، مولانا، احمد رضا تحقیق کے آئینے میں، مشمولہ: ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، اڑیسہ، نومبر۔دسمبر ۱۹۹۴ء، ص ۵۹۔۵۸